حجاب کے اندر

خولہ لکاتا

ترجمہ: عبدالجلیل

۱۹۹۱ء کے اوائل میں جب میں نے فرانس میں اسلام قبول کیا تو اسکول میں حجاب کا استعمال گرما گرم بحث کا موضوع بنا ہوا تھا۔ فرانسیسی معاشی مسائل سے دوچار تھے جس کے نتیجے میں بے روزگاری عام ہوئی۔ بے روزگاری کے اسباب میں سے ایک سبب مسلم ممالک سے آنے والے تارکین وطن کو سمجھا گیا۔ اپنے شہروں اور اسکولوں میں حجاب کو دیکھ کر ان کے اندر زبردست منفی رجحانات پیدا ہوئے۔ عوام کی اکثریت کا خیال تھا کہ پبلک ایجوکیشنل سسٹم میں حجاب استعمال کرنے کی اجازت دینا سیکولرازم کے خلاف ہے۔ میں اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھی اس لیے یہ نہ سمجھ سکی کہ اگر کوئی طالبہ اپنے سر پر صرف کپڑا ڈال لیتی ہے تو اسکول اس کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟ میں یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ مسلمانوں کے نزدیک حجاب استعمال کرنے کی اہمیت کیا ہے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ عقائد اور مذہبی معاملات کی ادائیگی کے سلسلے میں اسکولوں کو غیر جانب دار رہنا چاہیے اور انھیں ان معاملات میں اس وقت تک دخل نہیں دینا چاہیے جب تک اس سے اسکول کا ڈسپلن خراب نہ ہو۔ (حجاب استعمال کرنے کی وجہ سے کچھ مسلم لڑکیوں کا فرانسیسی اسکولوں سے اخراج بھی ہو گیا تھا)۔

فرانسیسیوں کو دوسرے اہل مغرب کی طرح یہ توقع تھی کہ تاریخ میں حجاب کا نام مغربیت اور سیکولرازم کے غلبے کے زیر اثر ختم ہو جائے گا لیکن عالم اسلام میں خاص طور سے نوجوان نسل کے اندر مختلف ممالک میں پردے کی طرف مراجعت کی ایک زبردست لہر پھیل رہی ہے۔ یہ موجودہ بیداری یا اسلامی احیا کا اظہار ہے۔ چوں کہ مسلمانوں کی عظمت اور تشخص کو نوآبادیاتی نظام اور معاشی استحصال کے ذریعے متعدد بار برباد کیا جا چکا ہے، اس لیے یہ عمل ان کی عظمت رفتہ کے دوبارہ حصول کی ایک علامت بن گیا ہے۔

میرا تعلق جاپان سے ہے۔ تاریخی اعتبار سے مغربی ثقافت کا تجربہ ہم نے پہلی بار میجی دور میں، ۱۸۶۰ کے عشرے میں کیا۔ جب جاپان دوسرے ممالک کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ اس دور میں جاپانیوں کے اندر

مغربی طرز زندگی اور لباس کے خلاف شدید ردعمل ہوا۔ اسی طرح ہم لوگوں کا عربوں نیز دوسرے مسلمانوں کی حمایت کا سبب قدیم روایت پسندی یا مغربیت کی مخالفت میں تلاش کیا جا سکتا ہے جس کا خود جاپانیوں کو تجربہ ہے۔ انسان کے اندر قدامت پسندی کا میلان جھلکتا ہے' لہٰذا وہ غیر شعوری طور پر نئے اور غیر مانوس طرز حیات کو قبول کرنے کے بجائے شدید ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کبھی یہ جاننے اور سمجھنے کے لیے نہیں رکتا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔

ایسا ہی ان غیر مسلموں کا معاملہ ہے جو حجاب کو ظلم کی ایک علامت سمجھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مسلم عورتوں کو رسم و رواج کا پابند بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی قابل افسوس حالت سے ناواقف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلم عورت کی نجات تحریک آزادی نسواں یا کسی ایسی اقتصادی و معاشرتی اصلاح کے ذریعے ہو گی جو اس کو آزادی دے' اس کے ذہن کو بیدار کرے اور اسے رسم و رواج نیز حجاب کی پابندیوں سے آزاد کرے۔

اس طرز فکر کو عام طور سے ان سب لوگوں نے اپنایا ہے جنھیں اسلام کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں۔ سیکولرازم کے حامی غیر مسلم عام طور پر یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کوئی شخص ان کی زندگی کے رخ کو بدل کر اس مذہب کے مطابق کیوں کرنا چاہتا ہے جو صدیوں پہلے رائج ہوا تھا۔ وہ اسلام کی قوت اور اپیل کو نہیں سمجھتے ہیں جو عالم گیر اور لازوال ہے۔ وہ اس حقیقت سے پریشان ہیں کہ دنیا کی مختلف قومیتوں میں ان عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جو اسلام کی طرف راغب ہو رہی ہیں اور اپنے آپ کو مستور کر رہی ہیں۔ اس "انوکھی شے" سے انھیں پریشانی لاحق ہے۔ یہ انوکھی شے جو صرف عورت کے گیسو ہی کو پوشیدہ نہیں رکھتی بلکہ اس مخصوص روح نسوانیت کو بھی پوشیدہ رکھتی ہے جس تک ان کی نظروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کوئی غیر مسلم باہر سے موثر طور پر یہ نہیں دیکھ سکتا کہ حجاب کی اندر کیا ہے اور نہ ہی میں ایسا مشاہدہ کر سکتی ہوں۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی کتابوں کا انداز بھی سرسری اور خارجی جائزے کا ہے۔ ان کے مصنفین کے حاشیہ خیال میں بھی وہ حقیقت نہیں آ سکتی جو ایک عورت کی نگاہ' حجاب کے اندر سے بھانپتی ہے۔ ۱۹۹۱ میں مسلمان ہونے کے بعد ہی میرے تصورات اس سلسلے میں واضح ہوئے۔

ان ایام میں جب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں اسلام قبول کروں یا نہ کروں' میں نے اپنے اندر سنجیدگی کے ساتھ روزانہ پانچ مطلوبہ عبادات ادا کرنے کی صلاحیت اور رجحان کا اندازہ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی حجاب پہننے کے بارے میں سوچا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس بات سے خائف تھی کہ میرے مسلمان ہونے کے فیصلہ پر اثرانداز ہونے کے لیے میرے اندر منفی رجحان نہ پیدا ہو جائے۔ پیرس کی مسجد میں پہلی بار جانے سے قبل میں ایک ایسی دنیا میں رہتی تھی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں نماز اور حجاب سے یکسر

ناواقف تھی۔ میں بمشکل یہ تصور کر سکتی تھی کہ میں کبھی ان فرائض کو ادا کر سکتی ہوں یا ان طریقوں کو اپنا سکتی ہوں۔ پھر بھی میرے اندر کوئی چیز رونما ہو چکی تھی اور اسلامی برادری میں داخل ہونے کی میری خواہش اتنی شدید تھی کہ میں اس بات سے قطعاً پریشان نہ تھی جس سے مذہب تبدیل کرنے کے بعد میرا سابقہ ہوتا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے اسلام کے لیے ہدایت نصیب ہوئی تھی۔

پہلا مرحلہ

اگرچہ میں حجاب کی عادی نہ تھی لیکن اپنا مذہب تبدیل کرنے کے بعد میں فوراً ہی اس کا فائدہ محسوس کرنے لگی۔ مسجد میں اتوار کے اسلامی لیکچر میں پہلی مرتبہ شامل ہونے کے چند دن بعد اگلے اتوار کو پہننے کے لیے میں نے اسکارف خریدا۔ مجھ سے کسی نے اسکارف پہننے کو نہیں کہا تھا۔ میں مسجد اور وہاں کی دوسری مسلم بہنوں کے احترام میں ایسا کرنا چاہتی تھی۔ میں اتوار کی آمد کے لیے بے قرار تھی، کیونکہ گذشتہ لیکچر نے مجھے ایک ایسے روحانی جذبے سے سرشار کیا تھا جس کا اس سے قبل مجھے کوئی تجربہ نہ تھا۔ میرے دل میں روحانیت کے لیے اتنی اشتہا تھی کہ میں نے لیکچر کے ہر لفظ کو اس طرح جذب کر لیا جیسے خشک اسفنج پانی کو جذب کرتا ہے۔ دوسرے اتوار کو لیکچر روم میں جانے سے قبل میں نے وضو کیا اور اسکارف پہنا۔ لیکچر کے بعد میں پہلی بار نماز والے کمرے میں داخل ہوئی۔ میں نے دوسری بہنوں کے ساتھ نہایت خاموشی سے نماز ادا کی۔ مسجد میں گزارے ہوئے چند گھنٹوں نے مجھے اتنا مسرور اور مطمئن کر دیا تھا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد بھی اس مسرت کو اپنے دل میں محفوظ کرنے کے لیے میں اسکارف پہنے رہی۔ چونکہ وہ سردیوں کا موسم تھا۔ اس لیے لوگوں کو میرا اسکارف اپنی طرف متوجہ نہ کر سکا۔ عوام میں یہ میرا حجاب کا پہلا مظاہرہ تھا اور مجھے اپنے اندر ایک فرق کا احساس ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو پاکیزہ اور محفوظ سمجھا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو گئی ہوں۔

دوسرے ملک میں ایک جاپانی عورت ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے پبلک مقامات پر گھور کر دیکھتے تھے تو میں مضطرب ہو جاتی تھی۔ اب میں اپنے آپ کو حجاب کی وجہ سے محفوظ سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو غیر شائستہ نگاہوں کا مرکز نہیں سمجھتی تھی۔

اس کے بعد میں جب بھی باہر گئی تو حجاب میں گئی۔ یہ ایک ایسا بے ساختہ اور رضاکارانہ عمل تھا جس کو کسی نے مجھ پر جبراً نہیں لادا تھا۔ اسلام سے متعلق پہلی کتاب جس کا میں نے مطالعہ کیا، اس میں "حجاب" کو معتدل انداز میں واضح کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ اس کی پرزور نصیحت کرتا ہے"۔ اگر کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا ہوتا کہ "جیسے ہی تم اسلام قبول کرو تو تم حجاب ضرور استعمال کرو" تو میں اس حکم کے خلاف ضرور بغاوت کر دینا چاہتی۔ اسلام کا مطلب ہے اللہ کی مرضی کے لیے سپردگی اور اس کے احکام کی

اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کرنا۔ مجھ جیسی ہستی کے لیے جس نے برسوں بغیر کسی مذہب کے زندگی گزاری تھی کسی حکم کی بلا شرط تعمیل کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے احکامات بغیر کسی غلطی کے ہیں اور صحیح اسلامی طریقہ انھیں بلاچون وچرا تسلیم کرنا اور نافذ کرنا ہے۔ یہ صرف انسانی فہم وادراک ہے جس سے غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ میں بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح اپنی قوت استدلال پر اعتماد رکھتی تھی اور کسی حاکم اعلیٰ کے وجود یا ضابطہ اخلاق کی ضرورت سے متعلق مسلسل سوالات کیا کرتی تھی۔ بہرکیف میری زندگی کے اس موڑ پر میری خواہشات بے ساختہ طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو گئیں۔ الحمدللہ میں اسلامی فرائض کو بلا کسی جبر کے احساس کے ادا کرنے کے لائق ہو گئی تھی۔

میں اپنے نئے خول میں مطمئن تھی۔ یہ صرف اللہ کی اطاعت کی ہی علامت نہیں تھا بلکہ میرے عقیدے کا برملا اظہار بھی تھا۔ ایک حجاب پہننے والی مسلمان عورت جم غفیر میں بھی قابل شناخت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کسی غیر مسلم کا عقیدہ اکثر الفاظ کے ذریعے بیان کرنے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ حجاب کے بعد مجھے ایک لفظ کہنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ یہ میرے عقیدے کا واضح اظہار ہے۔ یہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود کی یاد دہانی ہے اور میرے لیے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کرنے کی یاد دہانی۔ میرا حجاب مجھے مستعد اور آمادہ کرتا ہے کہ "ہوشیار ہو جاؤ" تمھارا طرز عمل ایک مسلم کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح پولیس کا ایک سپاہی اپنی وردی میں اپنے پیشے کا لحاظ رکھتا ہے' اسی طرح میرا حجاب بھی میری مسلم شناخت کو تقویت دیتا ہے۔

دوسرا مرحلہ

اپنا مذہب تبدیل کرنے کے دو ہفتے بعد میں اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لیے جاپان واپس ہوئی۔ اسلام قبول کرتے ہی میں نے وہ شے دریافت کر لی تھی جس کی مجھے تلاش تھی اور اب میری فرانسیسی ادب میں ڈاکٹریٹ کے حصول میں مزید دلچسپی نہ رہی تھی۔ اس کے بجائے میرے جذبات عربی اور قرآن سیکھنے کی طرف مائل ہو گئے۔ اس لیے میں نے تہیہ کر لیا کہ فرانس واپس نہ جاؤں گی۔

ایک چھوٹے سے جاپانی قصبے میں رہنا یقیناً ایک آزمایش تھی۔ میں نے ماضی قریب ہی میں مذہب تبدیل کیا تھا۔ اسلام سے متعلق میری معلومات بھی کم تھیں' دوسرے مسلمانوں سے مکمل طور پر علیحدہ بھی تھی۔ تاہم اس علیحدگی نے میری اسلامی معلومات کو وسیع کر دیا۔ روزانہ پنجگانہ نماز کی ادائیگی اور اسکارف کے استعمال نے میری اسلامی شناخت کو مستحکم کرنے میں معاونت کی اور میرے تعلق باللہ کو تقویت دی۔ میں تنہائی میں اکثر اللہ سے اپنا تعلق استوار کرتی تھی۔

میں جس طرز کا لباس زیب تن کرتی تھی' اب اس میں پہلی بار بڑی تبدیلی ہوئی۔ اسلام عورتوں کو

پبلک میں اپنے جسم کی ساخت کی نمایش سے منع کرتا ہے۔ اس لیے مجھے اپنے بہت سے کپڑوں کو ترک کرنا پڑا جو میری جسمانی ساخت کو پر کشش بناتے تھے۔ منی اسکرٹ' پینٹ' ہاف پینٹ اور چھوٹی آستین کے بلاؤز حجاب سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے میں نے اپنے لیے پاکستانی طرز کی شلوار اور خواتین کے پہننے کی ڈھیلی ڈھالی "کرتی" یعنی جمپر بنوالیا۔ جب لوگ میرے نئے انوکھے فیشن کو گھور کر دیکھتے تھے تو اس سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

تیسرا مرحلہ

مذہب تبدیل کرنے کے چھ ماہ بعد میں نے مصر کا سفر کیا۔ میں نے اپنی عربی اور اسلام کے مطالعے کی شدید خواہش کی تکمیل کسی مسلم ملک میں کرنے کا عزم مصمم کیا تھا۔ میں' مصر میں صرف ایک جاپانی شخص کو جانتی تھی' میرے میزبان کے گھر میں کوئی انگریزی نہیں بولتا تھا۔ میں اپنے میزبان کو پہلی نظر میں دیکھ کر سخت متحیر ہوئی۔ وہ سر سے پاؤں تک بشمول چہرہ سیاہ لباس میں ڈھکی ہوئی تھی۔ اس سے قبل میں نے فرانس میں ایک عورت کو چہرے کے نقاب کے ساتھ سیاہ لباس میں دیکھا تھا۔ میں نے ایک بڑی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ وہاں ان مسلم عورتوں کے درمیان جو رنگین لباس زیب تن کیے ہوئے تھیں اور اسکارف پہنے ہوئے تھیں' اس کی موجودگی بڑی انوکھی معلوم ہوئی۔ میں نے پھر غور کرنا شروع کیا "یہ ایک ایسی عورت ہے جو عرب رسم و رواج کے بندھن میں جکڑی ہوئی ہے اور اسلام کی اصل تعلیم سے نابلد ہے"۔
اس وقت میری اسلامی معلومات بہت محدود تھیں۔ میرا اعتقاد تھا کہ چہرہ ڈھکنے کی جڑیں نسلی رسم و رواج سے منسلک ہیں جس کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ایسا ہی خیال میرے اندر اس وقت پیدا ہوا جب یہ جاپانی عورت مجھے اپنے گھر لے گئی۔ میں اس سے کہنا چاہتی تھی کہ "آپ غلو سے کام لے رہی ہیں۔ یہ غیر فطری ہے"۔ مردوں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھنے کی اس کی کوششیں بھی خلاف معمول دکھائی دیں۔
جلد ہی اس بہن نے مجھے بتایا کہ میرے کپڑے پبلک میں استعمال کرنے کے لیے موزوں نہیں ہیں' اگرچہ میرا یقین تھا کہ میری پوشاک اسلامی پوشش کے مطالبات کے موافق تھی۔ میرے اندر حالات سے مطابقت کرنے کی کافی صلاحیت تھی۔ مشہور مقولہ ہے کہ "جب روم میں رہو تو وہی کرو جو رومی کرتے ہیں"۔ میں نے ایک سیاہ لباس اور ایک لمبا سیاہ سرپوش جس کو دوپٹا کہا جاتا ہے' بنایا۔ اس طرح میں چہرے کے علاوہ مکمل طور پر ڈھک گئی۔ میں نے نقاب کے متعلق بھی سوچا۔ فضا کے مستقل گرد و غبار سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ایک عمدہ شے لگی۔ لیکن میری میزبان بہن نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے یہ سوچ کر کہا ہو کہ میں جاپان میں اس پر عمل نہ کر سکوں گی یا میرا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ ان بہنوں کا یقین محکم تھا کہ چہرہ چھپانا ان کے مذہبی فرائض کا ایک جزو ہے۔

زیادہ تر بہنیں جن سے میں متعارف ہوئی' نقاب استعمال کرتی تھیں۔ بہرکیف قاہرہ جیسے بڑے شہر میں ان کی تعداد کم تھی۔ بعض کو تکلیف ہوئی اور میرا کالا دوپٹا دیکھنے کے باوجود بھی گلے ملیں۔ عموماً مغرب زدہ مصری مرد برقع پوش عورتوں سے دور رہتے تھے اور انھیں "الاخوات" کہہ کر پکارتے تھے۔ لوگ ان کے ساتھ خصوصی احترام اور نرمی کا رویہ رکھتے تھے۔ یہ بہنیں خاص حد کے اندر ہی دکھائی دیتی تھیں۔ عموماً برقع پوش خواتین اپنے عقیدے کی زیادہ پابند تھیں۔ اسکارف کا استعمال بہت کم یا بالکل نہ کرنے والی اپنے فرائض کی ادائگی سے بالکل بے نیاز معلوم ہوتی تھیں۔

قبول اسلام سے قبل میں چست پینٹ اور منی اسکرٹ زیب تن کرتی تھی۔ لیکن اب میری لمبی پوشاک نے مجھے بہت مسرور کیا اور میں نے سمجھا کہ میں ایک شہزادی کی طرح ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ میں نے اس کو زیادہ آرام دہ پایا۔ میں نے سیاہ پوشش کو ناپسند نہیں کیا۔ اس کے برعکس میں نے قاہرہ جیسے غبار آلود شہر میں اپنی کالی پوشاک کو زیادہ موزوں پایا۔ میری مسلم بہنیں اپنی سیاہ پوشاک اور دوپٹے میں بڑی دلکش لگتی تھیں اور جب اپنے چہروں سے نقاب اٹھاتی تھیں تو اندرونی نور نمایاں ہوتا تھا۔

میں قاہرہ میں اپنے قیام کے دوران سیاہ برقعے میں بہت خوش تھی۔ میرے اندر اس وقت منفی ردعمل ہوتا تھا جب میری مصری بہنیں مجھے مشورہ دیتیں کہ جب میں جاپان واپس جاؤں تو وہاں بھی اسی طرح رہوں۔ مجھے اس بات پر خفگی اور ندامت ہوئی کہ اس وقت جو میں سوچتی تھی وہ نادانی تھی۔ میری دانست میں اسلام عورتوں کو سترپوشی کی اور شخصیت کو پوشیدہ رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں کوئی عورت برقعے کا جو طرز پسند کرے' استعمال کر سکتی ہے' مگر یہ نہ تو بہت باریک اور چست ہو اور نہ ہی زیب و زینت والا۔

ہر سماج کا اپنا ایک فیشن ہوتا ہے۔ میرا تصور تھا کہ اگر میں جاپان کی گلیوں میں لمبی سیاہ پوشاک زیب تن کر کے منظرعام پر آؤں تو مجھے پاگل سمجھا جائے گا۔ میں نے اپنی مصری بہن سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا میری نئی پوشاک سے جاپانیوں کو گہرا صدمہ ہو گا اور کوئی میری بات نہیں سنے گا۔ وہ اسلام کو صرف اس کے ظاہر ہی سے رد کر دیں گے اور اس کی تعلیمات کو سننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

بہرحال مصر میں اپنے قیام کے اختتام تک میں اپنے لمبے لباس کی عادی ہو گئی تھی اور اسے جاپان میں بھی پہننے کا خیال تھا۔ مجھے اپنے ملک میں سیاہ لباس زیب تن کرنے میں اب بھی تکلف تھا' اس لیے میں نے کچھ ہلکے رنگ کے لباس اور دوپٹے بنائے۔ اس طرز کی پوشاک زیب تن کیے ہوئے میں ایک بار پھر اپنے وطن واپس ہوئی۔

چوتھا مرحلہ

جاپان میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لیے وہ کبھی نظر نہیں آتے۔ تاہم میرے سفید دوپٹے کے ساتھ جاپانیوں کا رویہ ہمت افزا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں ناپسندیدگی اور تضحیک کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لوگوں نے مان لیا تھا کہ میرا تعلق کسی مذہب سے ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ کس سے؟ میں نے ایک لڑکی کو اپنی سہیلی سے دھیرے سے یہ کہتے سنا کہ میں بدھ مذہب کی راہبہ ہوں۔ دراصل اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے میرے اندر ایک راہبہ کی زندگی گزارنے کی زبردست خواہش تھی۔ یہ بڑا دلچسپ پہلو ہے کہ ایک مسلم اور ایک عیسائی یا بدھ راہبہ کی خارجی ہیئت میں بڑی حد تک مشابہت ہے۔ ایک بار میں پیرس کے سفر میں ایک کیتھولک راہبہ کے ساتھ کار پر سفر کر رہی تھی۔ ہم میں اتنی مشابہت تھی کہ میں بمشکل اپنے تبسم کو روک سکی۔ کیتھولک راہبہ کا لباس اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر دینے کی علامت ہوتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے اور یہی اس کی پہچان بھی ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے مسلم عورت کا حجاب بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا مظہر ہوتا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگ ایک راہبہ کے لباس کا تو احترام کرتے ہیں اور مسلمان کے حجاب کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور اسے ایک علامت کے بجائے انتہاپسندی اور مظلومیت کا مظہر گردانتے ہیں۔

ایک بار ٹرین میں ایک بزرگ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کیوں یہ نرالے طرز کا لباس پہنتی ہوں؟ میں نے وضاحت کی کہ میں مسلمان ہوں اور عورتوں سے اسلام کا مطالبہ ہے کہ وہ غیر مردوں سے اپنا جسم پوشیدہ رکھیں، کیوں کہ دل کشی اور حسن کا نامناسب اظہار مردوں کو خواہ مخواہ آزمائش میں ڈالتا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ عورتوں کی طرف جنسی جذبے کے تحت نہیں دیکھتا۔ یہ صحیح ہے، لیکن مسئلہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو ایسا کرتے ہیں۔ ان غیر معمولی جنسی زیادتیوں اور جرائم پر غور کیجیے جو بہت سے معاشروں میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ہم ان حادثوں کو، مردوں کو محض اعلیٰ اخلاق اور ضبط نفس کی تلقین کر کے نہیں روک سکتے۔ اس کا حل صرف اسلامی طرز حیات ہی میں مضمر ہے جو عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پردے میں رکھیں اور مردوں سے تعلق رکھنے سے ممکنہ حد تک اجتناب کریں۔ منی اسکرٹ کا مطلب ہوتا ہے کہ "اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جا سکتے ہیں"۔ حجاب صاف طور پر یہ بتاتا ہے کہ "میں آپ کے لیے ممنوع ہوں"۔ بزرگ اس وضاحت سے کافی متاثر دکھائی دیے۔ شاید اس لیے کہ وہ آج کل کی عورتوں کے ہیجان انگیز فیشن کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹرین سے یہ کہتے ہوئے اتر گئے کہ کاش ہمارے پاس اسلام سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے مزید وقت ہوتا۔ جاپانی لوگ عموماً مذہبی گفتگو کے عادی نہیں، تاہم میرے حجاب نے اسلام پر گفتگو کرنے کا دروازہ کھول دیا۔

میرے گھر میں صرف میرے والد کو میرے متعلق زیادہ تشویش تھی کیونکہ میں مکمل پردے میں رہتی تھی۔ گرم ترین دن میں بھی۔ موسم گرما میں ہر شخص گرم ہو جاتا ہے لیکن میں نے حجاب کو اپنے سر اور گردن پر براہ راست سورج کی کرنوں سے بچنے کا موزوں ذریعہ پایا۔ شاید میرے عزیز و اقارب میرے قریب رہنے کو اپنے لیے غیر موزوں سمجھتے تھے۔ تاہم میں اپنی چھوٹی بہن..... جو نیکر پہنے ہوئے تھی..... کی ران دیکھ کر مضطرب ہو گئی۔ اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے بھی کسی عورت کے جسم کی ساخت کا منظر جو اس کی جلد سے چپکے ہوئے باریک لباس سے جھلکتا تھا، مجھے پریشان کر دیتا تھا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں نے کوئی ایسی شے دیکھ لی ہے جس کو مجھے دیکھنا نہیں چاہیے تھا۔ اگر یہ بات ایک عورت کو پریشان کر سکتی ہے، تو مردوں کو کتنا متاثر کرتی ہو گی، اس کا تصور مشکل نہیں ہے۔

کچھ عورتیں صرف اس وقت عمدہ پوشاک زیب تن کرتی ہیں جب وہ گھروں سے باہر جاتی ہیں اور انھیں یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ گھروں کے اندر کس طرح رہتی ہیں۔ لیکن اسلام میں عورت اپنے شوہر کے لیے دلکش ہونے کی کوشش کرتی ہے اور شوہر بھی اپنی بیوی کے لیے پرشکوہ دکھائی دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے متعلق اس طرح کے جذبات ازدواجی زندگی کو پرلطف اور پرمسرت بناتے ہیں۔ کوئی عورت کسی مرد کی توجہ کیوں اپنی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے جب کہ وہ ایک شادی شدہ عورت ہے۔ کیا وہ اس بات کو پسند کرتی ہے کہ دوسری عورتیں اس کے شوہر کو اپنی طرف مائل کریں؟ اس طرح کوئی بھی شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ اسلام خاندان کے استحکام میں کس طرح معاونت کرتا ہے۔

صرف عورتوں کو ہی اپنے جسم پوشیدہ رکھنے کے احکام صادر نہیں کیے گئے ہیں بلکہ مردوں کو بھی اپنی نظریں نیچی رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کھیل کود کے دوران بھی مردوں کے لیے ناف سے گھٹنوں تک اپنے جسم کے حصوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔

غیر مسلم یہ سوچ سکتے ہیں کہ مسلمان اپنے آپ کو کپڑوں میں پوشیدہ رکھنے کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہیں۔ وہ پوچھ سکتے ہیں "جسم کی فطری حالت کو کیوں پوشیدہ رکھا جائے؟" کچھ لوگ تیراکی کا عریاں لباس پہن کر تیرنے یا ننگوں کے کلب میں شامل ہونے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے۔ پھر بھی پچاس سال قبل جاپان میں تیراکی کے لباس میں تیرنا لفنگا پن سمجھا جاتا تھا اور عہد وسطیٰ میں مجاہد (نائٹ) اپنی محبوب و محترم بیوی کے جوتے کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جسم کو پوشیدہ رکھنے کا معاشرے کا معیار تبدیل ہو چکا ہے۔ اگر آپ کسی شے کو پوشیدہ رکھیں تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ عورتوں کے جسم کو پوشیدہ رکھنے سے اس کی جاذبیت اور دلکشی بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ دنیا کی بیشتر ثقافتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر اخلاقی قدریں زمانے سے متاثر ہو سکتی ہیں تو یہ تصور ناممکن نہیں ہے کہ

مستقبل میں لوگ گلیوں میں بغیر کپڑوں کے عریاں گھومیں گے۔ اسے کوئی شے نہیں روک سکتی۔ ہم مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے لیے معیار متعین کر دیا ہے؟ ہم اس کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہی ہمارا خالق ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا چیز سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ انسانی تہذیب کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کے اندر شرم کا احساس ابھرا۔ اگر ایک انسان اپنی جسمانی خواہشات اور وظائف کی تکمیل چاہتا ہے اور ایسا کھلے عام کرتا ہے تو وہ جانور سے مختلف نہیں ہے۔ کیا یہی واحد راستہ ہے جس پر انسان سرپٹ چلا جا رہا ہے؟ سوال یہ ہے کہ مناسب لباس اور اخلاق کا تعین کون کرے گا؟..... خود انسان (جس کا معیار قدر ہوا کے رخ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے) یا اللہ تعالیٰ؟ وہ اللہ ہی ہے جو انسان کے ہر زمانے کے حالات سے باخبر ہے' اسی لیے اس نے عوام میں ظاہر ہونے اور عمل کرنے کے صحیح طریقے کو واضح کر دیا ہے۔

پانچواں مرحلہ

جاپان واپس آنے کے تین ماہ بعد میں اپنے شوہر (ایک جاپانی مسلمان سے' جو قاہرہ میں زیر تعلیم تھے' میں نے اپنے مصر کے قیام کے آخری ایام میں شادی کر لی تھی) کے ساتھ سعودی عرب گئی جہاں انھیں ملازمت مل گئی تھی۔ میں نے اپنے چہرے کو چھپانے کے لیے ایک چھوٹا سا سیاہ کپڑا بنا لیا تھا جس کو نقاب کہا جاتا ہے۔ یہ میں نے اس لیے نہیں بنایا تھا کہ میں نے اپنی قاہرہ والی بہن کے طرز پر سوچنا شروع کر دیا تھا مثلاً یہ کہ پردہ ایک مسلمان عورت کے مطلوبہ لباس کا ایک جزو ہے جب کہ میرا خیال تھا کہ چہرہ اور ہتھیلی کھلا رکھنے کی اجازت تھی' تاہم مجھے سعودی عرب جانے اور چہرے پر نقاب ڈالنے کی شدید خواہش تھی۔ مجھے یہ جاننے کا بڑا اشتیاق و تجسس تھا کہ نقاب کے اندر سے مجھے کیسا لگے گا!

ریاض پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا کہ سب ہی عورتیں چہرے پر نقاب نہیں ڈالتی تھیں۔ غیر مسلم عورتیں اپنے سروں کو ڈھکے بغیر لاپرواہی کے ساتھ اپنے شانوں پر سیاہ عبا ڈالے رہتی تھیں۔ بہت سی غیر ملکی مسلم عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں۔ پھر بھی تمام سعودی عورتیں سر سے پاؤں تک مکمل طور پر پردے میں رہتی تھیں۔

پہلے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مسلم بہنیں' برقعے کے اندر کیسے آسانی سے سانس لے سکتی ہیں۔ اس کا انحصار عادت پر ہے۔ جب کوئی عورت اس کی عادی ہو جاتی ہے تو کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پہلی بار میں نے نقاب لگایا تو مجھے بڑا عمدہ لگا۔ انتہائی حیرت انگیز' ایسا محسوس ہوا' گویا میں ایک اہم شخصیت ہوں۔ مجھے ایک ایسے شاہکار کی مالکہ ہونے کا احساس ہوا جو اپنی پوشیدہ مسرتوں سے لطف اندوز ہو' میرے پاس ایک خزانہ تھا جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا' جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

ریاض میں ابتدائی چند مہینوں تک میری صرف آنکھیں کھلی رہتی تھیں۔ لیکن جب میں نے جاڑے کا برقع بنایا تو اس میں آنکھوں کا باریک نقاب بھی شامل کر لیا۔ اب میرا پردہ مکمل تھا۔ اس سے مجھے یک گونہ آرام ملا۔ اب مجھے بھیڑ میں کوئی پریشانی نہ تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں مردوں کے لیے غیر مرئی ہو گئی ہوں۔ آنکھوں کے پردے سے قبل مجھے اس وقت بڑی پریشانی ہوتی تھی' جب اتفاقیہ طور پر میری نظریں کسی مرد کی نظروں سے ٹکراتی تھیں۔ اس نئے نقاب نے سیاہ عینک کی طرح مجھے اجنبیوں کی گھورتی نگاہوں سے محفوظ کر دیا۔ ایک غیر مسلم کسی داڑھی والے مرد کو کسی ایک سیاہ برقع پوش خاتون کے ساتھ دیکھ کر اس جوڑے کے متعلق ایک ایسے ہیولے کا تصور کر سکتا ہے جو ظالم و مظلوم یا غالب و مغلوب ہو' اسلام میں شوہر و بیوی کا ایسا تعلق ایک صفت سمجھی جاتی ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح عورت یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا احترام اور حفاظت ایک ایسے شخص کے ذریعے کی جاتی ہے جو واقعتا اس کا لحاظ کرتا ہے' یا میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے کو ایک ایسی شہزادی تصور کرتی ہے جس کا ہم سفر اس کا محافظ ہوتا ہے۔ یہ کہنا زبردست مغالطہ ہے کہ مسلم عورتیں مردوں کی نجی ملکیت ہیں اور انھوں نے حسد کی بنا پر اس بات سے روک دیا ہے کہ اجنبی مرد انھیں دیکھیں۔ ایک عورت اپنے آپ کو اللہ کے فرمان کی اتباع میں چھپائے رکھتی ہے تاکہ اس کو عظمت و سربلندی حاصل ہو۔ وہ گھورتی ہوئی اجنبی نگاہوں کا ہدف بننے یا اس کی شے ہونے سے انکار کر دیتی ہے۔ وہ مغربی عورتوں کے لیے ہمدردی اور ترحم کا جذبہ رکھتی ہے جنھیں نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

مجھے مسلمان ہوئے دو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ میرے ماحول اور مذہبی شعور کے ساتھ ساتھ میرا حجاب پانچ بار تبدیل ہوا۔ فرانس میں اپنا مذہب تبدیل کرنے کے فوراً بعد میں نے ہم رنگ فیشن ایبل لباس اور اسکارف استعمال کیے۔ سعودی عرب میں اب میں سر سے پاؤں تک مکمل سیاہ نقاب میں پوشیدہ ہوں۔ اس لیے مجھے حجاب کے آسان ترین طرز سے مکمل طرز تک کا تجربہ ہے۔

کئی سال قبل جب ایک جاپانی مسلمہ سر پر دوپٹا پہنے ہوئے ٹوکیو کی ایک مسلم تنظیم میں نظر آئی تو جاپانی مسلم عورتوں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے لباس کے معاملے میں دوبارہ غور کرے کیونکہ اس طرز کے لباس سے جاپانیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس وقت جاپان میں کم مسلمان عورتیں اپنے سروں کو چھپاتی تھیں۔ اب زیادہ سے زیادہ جاپانی عورتیں اسلام قبول کر رہی ہیں اور مشکل حالات کے باوجود سروں تک کو چھپا رہی ہیں۔ وہ سب یہ تسلیم کرتی ہیں کہ وہ اپنے حجاب پر نازاں ہیں اور اس سے ان کے ایمان و یقین کو تقویت ملتی ہے۔

باہر سے حجاب کو دیکھ کر کوئی شخص اس کیفیت کا تصور ہی نہیں کر سکتا جس کا اندرون سے مشاہدہ ہوتا

ہے۔ ہم اس معاملے کو دو مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک غیر مسلم کو اسلام ایک جیل خانہ کی طرح نظر آتا ہے جس میں کسی طرح کی آزادی نہیں ہے۔ لیکن ہمیں اسلام میں رہ کر سکون' آزادی اور ایسی مسرت کا احساس ہوتا ہے جس کو کسی اور شکل سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کسی مسلم گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کو سب سے بہتر طرز حیات سمجھتا ہے' کیونکہ وہ اس سے ابتدا ہی سے واقف ہوتا ہے اور باہر کی دنیا کے کسی اور تجربے کے بغیر وہ بڑا ہوتا ہے لیکن میں تو پیدائشی مسلمہ نہیں ہوں' بلکہ میں نے اپنا مذہب تبدیل کیا ہے۔ میں نے نام نہاد آزادی اور جدید طرز حیات کی دلفریبیوں اور لذتوں کو خیرباد کہہ کر اسلام کا انتخاب کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عورتوں پر ظلم کر رہا ہے تو آج یورپ' امریکہ' جاپان اور دوسرے ممالک میں بہت سی خواتین اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟ کاش کہ لوگ اس پر روشنی ڈالتے۔

کوئی شخص تعصب کی عینک لگا کر کسی ایسی عورت کی عظمت کا مشاہدہ کرنے کے لائق نہیں ہو سکتا جو حجاب میں پر اعتماد' مطمئن' پر سکون اور باوقار ہو' جس کے چہرے پر مظلومیت کا سایہ تک نہ ہو۔

کراچی میں خواتین کے لیے خرید کتب کا مرکز

ڈیسنٹ بک پوائنٹ

A - 57/5 گلشن اقبال' کراچی

فون : 4967661

منشورات کے کتابچے' خرم مراد کی کتب'
بچوں کے لیے کہانیاں اور دیگر لٹریچر

اوقات کار: خواتین کے لیے: صبح 10 بجے سے رات 10 بجے تک
مردوں کے لیے: شام 6 سے 10 بجے تک